جبر کا مقابلہ اور دعوتِ اسلامی

ڈاکٹر محمد رفعت 01/08/2017

اللہ کی عبادت اور بندگی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔انسان کی فطرت میں خالقِ کائنات کا شکر ادا کرنے اور اس کے آگے سر بسجود ہونے کا انتہائی قوی داعیہ موجود ہے۔اس بناپر——اگر فطرت مسخ نہ ہوئی ہو تو ——ہر انسان اللہ کے آگے جھکنا چاہتا ہے اور اظہارِ بندگی کے لیے مراسمِ عبودیت بجالانا چاہتا ہے۔انسانی فطرت میں یہ وصف اس لیے ہے کہ نوعِ انسانی کو وجود بخشنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی ارواح کو خطاب کر کے اپنی بندگی کا عہد لیا تھا۔اس عہد سے انسانی وجدان آشنا ہے۔قرآنِ مجید اس امر کا تذکرہ کرتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِن ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِيْنَ ٥ أَوْ تَقُوْلُوْا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ٥

(الاعراف:172-174)

اور یاد کرو کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور ان سے اُن کی جانوں کے بارے میں اقرار کرایا۔ پوچھا کہ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' وہ بولے ''ہاں، آپ ہمارے رب ہیں۔ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔'' یہ اس لیے ہوا کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو اس (یومِ حساب کی آمد) کی خبر نہ تھی یا کہنے لگو کہ شرک کا آغاز تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کیا تھا اور ہم اُن کے بعد اُن کی اولاد ہوئے تو کیا آپ ہمیں اس کام کی پاداش میں ہلاک کرتے ہیں جو گمراہوں نے کیا تھا۔اور ہم اس طرح اپنی آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں۔شاید کہ وہ (حق کی طرف) پلٹ آئیں''۔

جناب شبیر احمد عثمانی اِن آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمام عقائدِ حقہ اور ادیانِ سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیتِ عامہ پر اعتقاد رکھے۔ مذہب کی ساری عمارت اسی سنگِ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو، مذہبی میدان میں عقل و فکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچا سکتیں... پس ضروری تھا کہ یہ تخمِ ہدایت (جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبدا و منتہی اور تمام ہدایاتِ ربانیہ کا وجودِ مجمل کہنا چاہیے) عام فیاضی کے ساتھ نوعِ انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے، تاکہ ہر آدمی عقل و فہم اور وحی والہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجرِ ایمان و توحید کے درجے تک پہنچا سکے۔"

:اختیار و انتخاب کی آزادی

انسان کی فطرتِ صالحہ کا تقاضا یہ تھا کہ تمام انسان اللہ کی بندگی اختیار کر لیتے لیکن انسان کو اللہ نے آزادی بخشی ہے، چنانچہ نیکی کی طرف انسان کا رجحان ہونے کے باوجود، وہ بدی کی راہ اختیار کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ انسان کا نفس بھی اسے برائیوں کی طرف مائل کر لیتا ہے اور شیاطین جن وانس بھی اللہ سے بغاوت کی اور گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان عوامل کے سبب صورتِ واقعہ عملاً یہ ہے کہ نوعِ انسانی دو گروہوں میں منقسم ہے (الف) اللہ پر ایمان لا کر اس کی بندگی اختیار کرنے والا گروہ اور (ب) کفر کرنے والا گروہ۔ چونکہ موجودہ زندگی آزمائش ہے، اس لیے یہاں دونوں گروہوں کو مشیتِ الٰہی نے، کام کرنے کا موقع دیا ہے۔

:قرآنِ مجید ان حقائق کو مختلف پیرایوں میں ہمارے سامنے بیان کرتا ہے

وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَجَعَلَهُمْ o وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ
(8-7: شوریٰ) o أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

"ہم نے اسی طرح یہ قرآنِ عربی تمہاری طرف وحی کیا ہے، تاکہ تم بستیوں کے مرکز (شہرِ مکہ) اور اس کے گردو پیش رہنے والوں کو خبر دار کردو اور جمع ہونے کے دن سے ڈرادو جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ کو جنت میں جانا ہے اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں۔ اگر اللہ چاہتا تو (انسانوں کو اختیار کی آزادی نہ دیتا اور) ان سب کو ایک ہی امت بنادیتا۔ مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔"

(2: التغابن) o هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

"وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔"

تِلْكَ آيَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ o تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ
وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِن بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم
(البقرۃ 253-252)o مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللّٰہَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ

"یہ اللہ کی آیات ہیں، جو ہم ٹھیک ٹھیک تم کو سنا رہے ہیں اور اے محمد (ﷺ) تم یقیناً اُن لوگوں میں سے ہو جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ایسے تھے کہ ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیے اور (آخر میں) عیسیٰ ابنِ مریم کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روحِ پاک سے اُس کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا تو (انسانوں کو اختیار کی آزادی نہ دیتا پھر) ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے وہ آپس میں لڑتے۔ مگر (اللہ کی مشیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً

اختلاف سے روکے، اس وجہ سے)انھوں نے باہم اختلاف کیا، پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔ہاں، اللہ چاہتا، تو وہ ''ہر گز نہ لڑتے، مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

جابروں کے آگے جھکنے سے انکار

تاریخ بتاتی ہے کہ انسانوں میں سے جن لوگوں نے حق کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی وہ اکثر و بیش تر محض خود گمراہ ہونے پر قانع نہ رہے بلکہ انھوں نے پیروانِ حق کو بہکانے کی کوشش بھی کی۔اس کے لیے فریب، تحریص اور تخویف کے علاوہ انھوں نے جبر اور زبردستی کا راستہ بھی اختیار کیا۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کی بنا پر وہ ایمان نہ لائے تھے تو کم سے کم دوسروں کو حق کے راستے سے نہ روکتے۔لیکن انھوں نے ظلم و جبر کے ذریعے اہلِ ایمان کو کفر پر مجبور کرنا چاہا، خاص طور پر وہ منکرینِ حق، جو کسی نہ کسی نوعیت کا اقتدار رکھتے تھے، پیہم یہ کوشش کرتے رہے کہ طاقت کے زور سے ایمان لانے والوں کو کفر پر آمادہ کریں، ایسے حالات میں اہلِ ایمان کیا کریں، اس سلسلے میں فرعون کے واقعے سے رہنمائی ملتی ہے۔

فرعون نے اپنی مملکت کے ماہر جادوگروں کو جمع کیا، تاکہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا کا جو معجزہ دکھایا تھا، اس کو شکست دی جاسکے۔لیکن ہوا یہ کہ مقابلے کے بعد جادوگروں نے سمجھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا کوئی جادوئی شے نہیں ہے، بلکہ فی الواقع اللہ کی نشانی ہے اور موسیٰ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد جادوگر فوراً موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔اس واقعے پر فرعون کا ردِ عمل یہ تھا کہ اس نے سخت عذاب کی دھمکی دے کر اُن کو ایمان سے پھیرنے کی کوشش کی۔اس کا کہنا تھا کہ اس مملکت میں میری مرضی چلے گی۔میری اجازت کے بغیر کسی کو جرأت نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے:

قَالَ فِرعَونُ آمَنتُم بِہِ قَبلَ اَن آذَنَ لَکُم اِنَّ ھٰذَا لَمَکرٌ مَکَرتُمُوہُ فِی المَدِینَۃِ لِتُخرِجُوا مِنہَا اَہلَہَا o رَبِّ موسیٰ وہَارُون o قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ العَالَمِینَ
وَمَا تَنقِمُ مِنَّا اِلَّا اَن آمَنَّا بِآیَاتِ رَبِّنَا o قَالُوا اِنَّا اِلَی رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ o لَاُقَطِّعَنَّ اَیدِیَکُم وَاَرجُلَکُم مِّن خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّکُم اَجمَعِینَ o فَسَوفَ تَعلَمُونَ
(اعراف: 121-126) o لَمَّا جَاءَتنَا رَبَّنَا اَفرِغ عَلَینَا صَبرًا وَّتَوَفَّنَا مُسلِمِینَ

جادو گروں نے کہا: ہم نے مان لیا رب العالمین کو، اس رب کو جسے موسیٰ اور ہارون مانتے ہیں۔ فرعون نے کہا: ''تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ یقینا یہ کوئی خفیہ سازش تھی جو تم لوگوں نے اس دار السلطنت میں کی تا کہ اس کے مالکوں کو اقتدار سے بے دخل کر دو۔ اچھا تو اس کا نتیجہ اب تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔'' ایمان لانے والوں نے جواب دیا: ''بہر حال پلٹنا ہمیں اپنے رب ہی کی طرف ہے۔ تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آگئیں تو ہم نے انھیں مان لیا۔ اے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں''۔

فرعون اور ایمان لانے والوں کے درمیان اس گفتگو کے ذریعے، رہتی دنیا تک ایمان لانے والوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ جباروں کے آگے نہ جھکیں، بلکہ ایمان پر قائم رہیں خواہ کتنی ہی سخت آزمائشیں پیش آئیں۔ بالآخر سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اُن کو بھی جو حکومت واقتدار کے بل پر ظلم کر رہے ہیں اور زبردستی انسانوں کو خدا پرستی سے روک رہے ہیں۔ اور اُن کو بھی جو اللہ کے راستے میں تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں۔ آخرت میں ان سب کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔

فرعون کا واقعہ، حق و باطل کی کشمکش کی ایک مثال ہے۔ قرآن مجید اللہ کے رسولوں کی دعوت کا انکار کرنے والے سرداران قوم کے عام رویے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ دعوتِ حق کے منکر سرداروں نے رسولوں کو ملک سے باہر نکال دینے کی دھمکی دی۔ اس کے جواب میں اُن کو بتایا گیا کہ اللہ کا عذاب، ظلم کرنے والوں کو ہلاک کر دے گا:

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِن بَعْدِ ہِمْ o وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لِرُسُلِہِمْ لَنُخْرِجَنَّکُم مِّنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِی مِلَّتِنَا فَاَوْحَی اِلَیْہِمْ رَبُّہُمْ لَنُہْلِکَنَّ الظَّالِمِیْنَ

(ابراہیم: 13،14) o ذَلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ

آخر حق کا انکار کرنے والوں نے اپنے رسولوں سے کہہ دیا کہ " یا تو تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا، ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔" تب اُن کے رب نے اُن پر وحی بھیجی کہ "ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔" یہ انعام ہے اس کا جو میرے حضور جوابدہی کا خوف رکھتا ہو اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔

مندرجہ بالا گفتگو میں منکرینِ حق کی اس دھمکی کا ذکر ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو "اپنے ملک" سے نکال دیں گے۔ ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید جباروں کی اس غلط فہمی کو رفع کرتا ہے کہ ملک ان کا ہے:

(الاعراف: 128) o قَالَ مُوسَی لِقَوْمِہِ اسْتَعِیْنُوا بِاللّہِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الأَرْضَ لِلّہِ یُورِثُہَا مَن یَشَاءُ مِنْ عِبَادِہِ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ سے مدد مانگو اور (حق پر) جمے رہو۔ (جان لو کہ) زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری کامیابی انہی کے لیے ہے، جو اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کریں۔"

یہاں موسیٰ علیہ السلام نے ایمان لانے والوں اور کفر کرنے والوں، دونوں کو یہ حقیقت یاد دلائی ہے کہ ملک کے حقیقی مالک وہ افراد یا گروہ نہیں ہیں، جن کو اس وقت (مشیتِ الٰہی کے تحت، ایک عارضی مدت کے لیے) حکومت ملی ہوئی ہے۔ بلکہ حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جب چاہتا ہے، ملک کے عارضی اقتدار کو ایک فرد یا گروہ سے لے کر دوسرے فرد یا گروہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ جب صورتِ

واقعہ یہ ہے کہ توان عارضی اہلِ حکومت کو یہ اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا کہ ملک کو اپنی ملکیت بتائیں اور الٹا ان لوگوں کو نکالنے کے درپے ہوں جو حقیقی مالک الملک کی بندگی کرنا چاہتے ہوں ۔

اہلِ ایمان اور جباروں کی کشمکش کی ایک اور مثال شعیب علیہ السلام کے واقعے میں سامنے آتی ہے:

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ o قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللهُ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَا أَن نَّعُوْدَ فِيْهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ o (الاعراف: 88-89)

شعیب کی قوم کے سرداروں نے، جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے، اس سے کہا کہ "اے شعیب! ہم تجھے اور اُن لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں، اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔" شعیب نے جواب دیا "کیا زبردستی ہمیں پھیرا جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں؟ ہم اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے اگر تمہاری ملت میں پلٹ آئیں جب کہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔ ہمارے لیے تو اس (ملتِ کفر) کی طرف پلٹنا اب کسی طرح ممکن نہیں۔ الا یہ کہ خدا، ہمارا رب ہی ایسا چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے، اسی پر ہم نے اعتماد کر لیا۔ اے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

مندرجہ بالا گفتگو میں شعیب علیہ السلام نے ظالموں کے مطالبے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے اور یہ بات واضح کر دی ہے کہ ملتِ کفر کی طرف لوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مزید برآں انبیاء علیہم السلام کی سرگزشت سے عام اصول معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی بات نہ ماننے کی تلقین نبیوں کی دعوت کا اہم جزر ہی ہے:

(152-150: الشعراء) o الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون o ولا تطيعوا امر المسرفين o فاتقوا الله واطيعون

صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ)''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ان بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کرو، جو زمین میں)''
''فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداوۃ والعشی یریدون وجهہ ولا تعد عینٰک عنهم ترید زینۃ الحیاۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً o (الکہف: 28)

اے نبی (ﷺ) ''اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ''
ہیں، اُن سے ہر گز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے
''غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقِ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔

جبر کے مقابلے کا طریقِ کار

انبیائی دعوت کے مندرجہ بالا نمونوں سے وہ طریقِ کار سامنے آجاتا ہے جو جبر کے مقابلے کے لیے نبیوں نے اختیار کیا۔ اہلِ حق اور اہلِ باطل کی کشمکش۔ نظریاتی اور عملی ۔دونوں میدانوں میں ہوتی ہے۔ نظریاتی میدان میں اہلِ حق کی فتح کے لیے یہ ضروری ہے کہ دعوتِ اسلامی کی حقانیت کے دلائل، اہلِ ایمان پر ہمیشہ واضح رہیں۔ دوسری جانب یہ بھی ناگزیر ہے کہ باطل کی طرف سے جو پُر فریب باتیں کہی جارہی ہوں، اُن کی حقیقت اہلِ ایمان پر آشکارا ہو اور وہ فریب کا پردہ چاک کر کے حقائق کو اُن کے اصل رنگ میں ۔ دیکھ سکیں

: جبر کے مقابلے کے لیے درجِ ذیل نکات پر مشتمل طریقہ، انبیاء علیہم السلام اور اُن کے ساتھیوں نے اختیار کیا

الف) ہر قسم کے حالات میں بے لاگ دعوتِ حق، انسانوں کے سامنے پیش کی جاتی رہی۔ غلط کو غلط کہنے اور صحیح کو صحیح قرار دینے سے) کوئی جابرانہ اقدام، اہلِ حق کو باز نہ رکھ سکا۔

ب) اہلِ باطل نے اپنے رویے کے جواز میں جو باتیں کہیں، اُن کی نامعقولیت کو واضح کیا گیا مثلاً اُن کے اس دعوے کی تردید کی گئی کہ) ملک ان کا ہے اور انھیں اختیار حاصل ہے کہ اہلِ ایمان کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اُن کو بتایا گیا کہ ملک تمہارا نہیں ہے، بلکہ اللہ کا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے، اقتدار بخشتا ہے۔ جس فرد یا گروہ کو اقتدار ملا ہو اس کو چاہیے کہ اپنی طاقت کو انصاف کے قیام کے لیے استعمال کرے اور انسانوں پر جبر و ظلم سے باز رہے۔

ج) اہلِ ایمان نے صبر اختیار کیا یعنی حق پر جمے رہے۔ ایمان کے اعلان سے کسی حال میں باز نہیں آئے اور مشکلات کے علی الرغم،) ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔

د) اہلِ ایمان نے ایک دوسرے کو سہارا دیا اور دعوتِ حق، شہادت علی الناس اور دین پر عمل کے سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کی۔) جو صاحبِ ایمان آزمائش میں گرفتار ہوا، اس نے اپنے آپ کو اکیلا نہیں پایا، بلکہ بہت سے اہلِ حق نے اس کو تسلی اور بشارت دی۔ اس کے حق میں دعائیں کیں، اسے راہیں سجھائیں اور مشورے دیے۔ ان سب کے علاوہ آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عملی تعاون بھی

کیا۔اس کو ظلم سے بچانے کے لیے دوڑ دھوپ کی۔اس کو تکلیفوں سے محفوظ رکھنے اور اس کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے اپنا وقت، توانائی اور مال خرچ کیا۔

جبر کے مقابلے کا یہ وہ طریقِ کار ہے جو داعی حق گروہ کے شایانِ شان ہے۔اہلِ حق کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ظلم وجبر کے مقابلے کے لیے وہ طریقے اختیار کریں جو رنگ ونسل کی بنیاد پر بننے والے گروہ اختیار کیا کرتے ہیں۔آج پوری دنیا میں امتِ مسلمہ کو جابرانہ اقدامات سے واسطہ پیش آرہا ہے۔افرادِ امت کو اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ اس مخالف ماحول سے مقابلے کے لیے انھوں نے کون سا طریقہ اختیار کررکھا ہے، کیا وہ اسوۂ انبیاء کی پیروی کررہے ہیں یا حق سے غافل دنیا کے طریقوں کو انھوں نے اپنالیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ کامیابی، اسوہ انبیاء کی پیروی میں ہے چاہے جبر کے خاتمے میں دیر لگے۔اس کے برعکس جادہ حق سے ہٹ کر جو کوششیں جبر کے مقابلے کے لیے کی جائیں گی، وہ دعوتِ حق کی راہ کو کھوٹی کردیں گی۔یہ ایسا نقصان ہوگا جس کی تلافی، اس ظاہری امن وامان سے نہ ہوسکے گی، جو باطل سے ہم آہنگی اختیار کرکے حاصل کیا گیا ہو۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت

ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ